JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 01, Jul – Dec 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

نسل انسانی میں تفریق اور امتیاز؛ رنگ و نسل کی بنیادوں پر، اس کے خاتمہ کی کوششیں اور ان کے نتائج و مدلل حل

Discrimination and differentiation among human beings; on the basis of color and creed. Attempts to eliminate them and their consequences and Reasoned solution

Mufti Dilawar Khan *
Lecturer, Islamic Studies (Humanities department) University of Lahore (Sargodha Campus)

Dr. Hafiz Muhammad Hussain **
Assistant Professor, HoD, Department of Islamic Studies
University of Lahore (Sargodha Campus)

ABSTRACT

This is a summary of my book "The Hundred Slave and Jurists". The issue of slavery has been debated among scholars for a long time. This book clearly describes what slavery is and what its concept in Islam and other nations was. It further describes how the slaves were treated at that time and how it is present in many other forms now a days. Only the name has changed however place and status are the same in some nations. All the pre-Islamic civilized nations divided mankind into two permanent classes, one free man and the other slaves, and all the social rights were reserved for free people. Slaves could not benefit from them. Such nations considered slaves the most degraded in society and they were treated with contempt. But Islam protected the rights of the slaves and enforced it in practice. Books by historians and biographers are proof of this.

Keywords: *color and blood, rights, distinctions, divided mankind*

تمہید

غلام کو عربی میں مولیٰ کہا جاتا ہے، عربی میں مولی کئی معانی پر مشتمل ہے، ان میں سے ایک اس کا معنی غلام بھی ہے، اور مالک بھی ہے اور ایک روایت کے مطابق مولوی بھی مولی سے نکلا ہے لیکن اس کا معنی مالک ہے غلام نہیں ہے اور یہ کتاب جو میں نے لکھی ہے وہ بھی موالی کے بارے میں ہے یعنی وہ مولوی جو غلام تھے اور دوسری طرف عملی طور پر بحثیت معاشرہ وہ مالک کا درجہ

CC BY

رکھتے تھے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اسلام نے غلامی کو تو برقرار رکھا لیکن جس طرح اللہ کے ہاں ادنی، اوسط اور اعلی کی طبقاتی تقسیم ایک بے معنی چیز ہے اسی طرح اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں کہ انسانی معاشرہ کو آزاد اور غلام دو طبقوں پر تقسیم کیا جائے اور پھر دونوں تمدنی اور شہری حقوق کی الگ الگ تشخیص اور تعیین کی جائے۔

اسلام سے قبل اقوام میں غلامی اور ان کے ساتھ ہونے والے سلوک

غلاموں کے بارے میں مسیحی تخیل

علامہ فرید وجدی دائرۃ المعارف میں رقم طراز ہیں:

انجیل میں یہ حکم موجود ہے کہ تمام لوگ آپس میں بھائیوں کی طرح ایک جیسے ہیں لیکن انجیل میں غلام بنانے سے منع کیا گیا ہے اسی وجہ سے نصاری کے تمام عبادت گاہوں نے اس کی نوعیت میں اختلاف کے ساتھ جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے غلام بنانے میں کوئی گناہ نہیں سمجھا۔ فرید وجدی دائرۃ المعارف میں قلمبند کرتے ہیں: حضرت عیسی علیہ السلام کے ایک حواریوں میں سے ایک نے ایک خط افسیین کے نام لکھا اس میں غلاموں کا ذکر کیا ہے اور ان کو تاکید کی کہ اپنے آقاؤں کی اطاعت ایسی ہی کرو جیسے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی کرتے ہو۔ اور جو خط عیسی علیہ السلام کے حواری نے تیموشاؤس کے نام لکھا اس میں بھی یہی تحریر کیا کہ آقاؤں کی اطاعت تم پر لازم ہے اور اخیر میں کہا کہ جو کچھ میں تحریر کر رہا ہوں وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بعینہ تعلیم ہے اور جو شخص اس سے انکار کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔[1]

یونانیوں میں غلامی

یونان میں غلامی کے وجود کا پتہ ہومر کے عہد میں بھی پایا جاتا ہے اس زمانے میں غلام کوئی طاقت نہیں رکھتا تھا، یہ بات تعجب خیز ہے کہ اس باب میں یونان کے بڑے بڑے فلسفی بھی رائے عامہ کے تابع اور عوام کے ہم خیال وعقیدہ ہوتے تھے، ارسطو جو حکماء یونان میں ایک خاص مرتبہ کا مالک ہے اکثر کہا کرتا تھا کہ غلام ایک آلہ ہے مگر ذی روح اور ایک کھلونا ہے مگر جاندار۔ یونانیوں کے نزدیک انسانوں کی دو قسمیں ہیں: آزاد اور غلام اور پھر غلام دو قسم کے تھے، ایک وہ جن کے ملک پر زبردستی تسلط اور استیلاء حاصل کر لیا گیا ہو، اور دوسری قسم ان غلاموں کی تھی جن کو بازار سے خریدا گیا ہو۔ پہلی قسم کے غلام محض نام کے غلام تھے ورنہ ان کو زمینوں کے تابع سمجھا جاتا تھا، زمینوں کے ساتھ ان کی خرید وفروخت ہوتی تھی، دوسری قسم کے غلام اپنے آقاؤں کے رحم وکرم پر زندگی گزارتے تھے، آقا جو چاہتا ان کے ساتھ معاملہ کر سکتا تھا اور کوئی اس سے باز پرس نہ کر سکتا تھا۔ یونان میں انینا نامی ایک بڑا بازار تھا جہاں غلاموں کی تجارت ہوتی تھی یہاں سے جو غلام خریدے جاتے تھے مالک ان سے اپنا ذاتی کام لیتا تھا اور ان کو کرایہ پر بھی دے سکتا تھا۔ كان انينا سوقا كبيرة للعبيد وكان اليونانيون يكثرون من اقتناء العبيد لا للخدمة فقط بل لتسشغيهم واخذ اجورهم۔[2]

رومیوں میں غلامی

ان لوگوں کے نزدیک غلام بنانے کے مختلف طریقے تھے جن قوموں پر فتح حاصل کر لیتے تھے انہیں اپنا غلام بنا لیتے تھے، اور جو بچے باندیوں کے بطن سے ہوتے وہ بھی غلام ہی سمجھے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ رومانی قانون میں چند دفعات ایسی تھیں جن کی رو سے وہ جب چاہتے کسی حر الاصل آدمی کی حریت وآزادی کو سلب کر لیا کرتے تھے، جنگ میں جو لوگ گرفتار ہوتے تھے ان کو روما کے بازار میں سستے داموں میں فروخت کر دیا جاتا تھا، لڑکوں اور لڑکیوں کو چوری کر کے لے آتے تھے اور غلام باندی بنا کر بیچ دیتے۔ اس میں شک نہیں کہ اخلاقی اعتبار سے روم کے لوگ بردہ فروشی کو بدترین سمجھے تھے لیکن چونکہ اس میں بہت نفع تھا اس لیے اس کا رواج بھی بہت عام تھا۔[3]

ان کا عام دستور تھا کہ جس غلام کو بیچنا ہوتا اس کو ایک اونچی چٹان پر کھڑا کر دیتے تھے تاکہ ہر ایک اس کو دیکھ سکے اور جس کو پسند ہو وہ خرید سکے۔ روما کی حکومت آٹھ سو برس رہی اور عہد عتیق کی سب سے بڑی اور متمدن حکومت تھی لیکن اس کے باوجود ان کے تمدنی اصول و قواعد میں غلاموں کے لیے کچھ حقوق نہ تھے، زندہ رکھنے اور قتل کرنے میں آقا کو اختیار کلی حاصل ہوتا تھا کسی کو اس کے کسی فعل پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔

كان الرقيق محروما من كل حق بل كا ن معتبرا من الاشياء وكان لسيده ان يبقيه او يقتله لا يسآله فى ذلك احد۔[4]

ان کے یہاں غلاموں کو سزا دینے کے بھی عجیب وغریب طریقے رائج تھے، مثلاً کسی غلام سے کوئی ادنی سے جرم صادر ہوا اور انہوں نے ایک بھاری پتھر اس کی کمر پر لاد دیا جاتا تھا، اور اس پر ستم ظریفی یہ کہ غلام سے کہا جاتا کہ اسی حالت میں جا کر کھیتوں میں کام کاشت کرو، کبھی ان کو بطور سزا الٹا لٹکا دیا جاتا، اور بڑی بڑی وزنی چیزیں ان کے جسم سے باندھ دی جاتیں، اور کبھی ان کو اس بے دردی سے مارا جاتا کہ اس حالت میں وہ موت کا شکار ہو جاتے۔

فكان من عقوبات الارقاء اثقالهم بالحديد واجبارهم على الحراثة او تعليقهم من ارجلهم ووضع الاجسام الثقيلة فى ايد يهم وضربهم ضربا مبرحا حتى يفارقوا لحياة۔[5]

غلامی اور ہندو مذہب

ہندؤں کا شودروں کے بارے میں یہ خیال تھا، کہ شودر کو صرف برہمنوں کی خدمت اوران کی اطاعت کے لیے پیدا کیا گیا، ہندو مذہب میں انسانی طبقات کی چار قسمیں ہیں:

سب سے اعلی برہمنوں کا اور سب سے ادنی طبقہ شودروں کو سمجھا جاتا تھاہندؤں کے مذہبی قوانین میں شودروں کے لیے جو تعقیبی دفعات تھے ان میں سے چند یہ ہیں: برہمن کے لیے جائز ہے کہ شودر کو اپنی خدمت کے لیے مجبور کرے خواہ اس نے اس کو خریدا ہو یا نہ ہو۔ شودر کا آقا اگر اس کو آزاد کر دے تب بھی اس کے پاس یہ اختیار حاصل ہے کہ جو چاہے خدمت لے لے کیونکہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ غلامی ایک ایسی صفت ہے جو کبھی جدا نہیں ہو سکتی۔ کسی شودر کے ہاتھ سے اگر کسی برہمن کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اس کی سزا بجز قتل کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کسی شودر کی زبان سے کسی برہمن کے لیے گالی کا کوئی لفظ سرزد

ہو جائے تو اس کی زبان گدی سے باہر کھینچ لی جائے۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن یا اس کے خاندان کو حقارت آمیز کلام سے بلائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ ایک خنجر جس کا طول دس انگل ہو گرم کرنے کے بعد اس کے منہ میں رکھ دیا جائے۔ جو چیز برہمنوں کے واجبات میں سے ہیں ان میں سے کسی ایک کی نسبت اگر کسی شودر کی زبان سے کوئی کلمہ نصیحت ادا ہو جائے تو بادشاہ پر فرض ہے کہ کھولتا ہوا تیل اس کے منہ اور کانوں میں ڈلوائے۔

برہمن اگر کسی شودر کی کوئی چیز چرا لے تو اس کی سزا صرف یہی ہو سکتی ہے کہ شودر کو مال کا تاوان دلایا جائے، لیکن یہی جرم شودر سے کسی برہمن کے لیے صادر ہو تا تو اس کی سزا یہ ہے کہ شودر کو جلا دیا جائے۔ کسی حاکم کو مارنے کی جسارت کسی شودر سے سرزد ہو جائے تو چاہیے کہ شودر کو زندہ بھون دیا جائے۔[6] اہل فارس میں غلامی: اہل فارس ان قوموں میں سے تھی جو غلامی کی کثرت کو مالداری کی نشانی اور ریاست کی علامت سمجھتے تھے ان کے ہاں غلاموں کو محض بدزبانی کے باعث کوئی سخت سزا نہیں دی جاتی تھی البتہ اگر وہ اپنی عادت کی اصلاح نہ کرتا اور بار بار اس سے اس طرح کی حرکات صادر ہوتیں تو پھر اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔

اہل چین میں غلامی

چین والے بھی اپنے مذہبی اور ملکی دستور کے مطابق غلاموں سے اچھا سلوک کرتے تھے اور چینیوں کے اخلاق اور عادات دوسری قوموں کے بنسبت اچھے تھے، پہلی صدی عیسوی میں ان کے ہاں ایسے قوانین بنائے گئے کہ جس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ وہ اپنے ماتحتوں اور غلاموں سے اچھا رویہ اپنائے اور ان سے بھائی چارگی والا معاملہ کرے۔[7]

دور جاہلیت میں غلامی

دکتور محمد الہبی فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں غلاموں کے بازار ہوا کرتے تھے کہ جہاں غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی جیسے کہ باقی اقوام میں غلامی کا رواج تھا، اور عرب لوگ جنگی قیدیوں کو غلام بنا لیتے تھے، اور ان کو حبشہ یا دوسرے قبائل میں جا کر جو ان کے قریب ممالک تھے ان سے خرید کر لے آتے تھے اور پھر اپنے بازاروں میں ایک خاص وقت اور زمانے میں بیچتے تھے ان میں سے جب کوئی غلام کو خریدتا تو اس کی گردن میں رسی ڈال دی جاتی تھی اور اس کو اپنے گھر کی طرف اس طرح لایا جاتا جیسے کہ جانور کو خریدنے کے بعد گھر کی طرف لایا جاتا ہے۔[8]

اسلام سے ماقبل جو شریعتیں تھیں ان میں غلامی مشروع تھی اور جو کتابیں ماقبل شرائع کی طرف منسوب ہیں ان میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ ماقبل شریعتوں میں غلامیت تھی۔ تورات کی اکثر آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں۔

کتاب استثناء میں ہے "اور جب تو کسی قریہ کے پاس مقابلہ کرنے کو جائے تو پہلے ان کو صلح کی طرف بلا، پس اگر وہ صلح کو قبول کر لیں اور تیرے لیے دروازے کھول دیں تو جتنے فرقے اس میں ہوں گے وہ تیرے غلام بنیں گے تجھے جزیہ دیں گے" اور سفر عدد سے یہ بات ملتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ ہزار آدمیوں کو اہل مدین کے محاربہ کے لیے بھیجا تو وہ ان پر غالب آئے تھے اور ان میں سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو قتل کر ڈالا تھا اور ان کی عورتوں، بچوں اور مویشی سب کو گرفتار کر لیا

تھا۔ پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسی علیہ السلام غضب ناک ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے عورتوں کو کیوں زندہ رہنے دیا ،اور پھر ہر لڑکے اور ہر شوہر دیدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکی کو باقی رکھنے کا حکم دیا۔ پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا جیسا حضرت موسی علیہ السلام نے حکم دیا تھا، اور غنیمت میں 6 لاکھ 75 ہزار بکریاں، 72 ہزار گائے، کئی گدھے اور تیس ہزار بغیر شادی شدہ لڑکیاں تھیں۔

پس یہ آیت اس شریعت موسوی میں دشمنوں کے یہاں تک کہ لڑکوں اور شوہر دیدہ عورتوں کے قتل کے جائز ہونے پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ غیر شوہر دیدہ عورتوں کے لونڈی بنالینے پر دلالت کرتی ہے۔

اور سفر سموئیل میں ہے: "اور مواب کے رہنے والے داؤد علیہ السلام کے غلام تھے ان کو خراج دیتے تھے"۔ اور تیموتاؤس کی جانب پولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ تمام لوگ جو غلام ہیں راہ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہیے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ خدا کے نام اور اس کی تعلیم پر بہتان نہ باندھا جائے۔ اور جن کے سردار مسلمان ہیں وہ ان کو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھائی ہیں بلکہ چاہیے کہ ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اس لیے جو فائدہ میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے لوگ ہیں اس کی تعلیم دیں اور اسی کا وعظ کہیں، اس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثبوت اور برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے۔ اگر ان مالکوں کا ان کا غلام بنالینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو ان کی اطاعت اور خدمت کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا۔ اور تیطس کی جانب پولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے۔

> "اور غلام اپنے مالکوں سے پستی سے پیش آئیں ان کو تمام چیزوں میں راضی رکھیں ان کے خلاف کوئی بات نہ کہیں، ان کے ساتھ اچکا پن نہ کریں بلکہ پوری پوری ایمانتداری کے ساتھ پیش آتے رہیں تاکہ وہ ہماری مخلص یعنی اللہ کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں"۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ عرب نہایت ہی برا سلوک کرتے تھے اور تمام قوموں میں یہی طریقہ رائج تھا، صلیبی جنگ میں یورپین سلطنتیں جب مسلمانوں کو لڑائی میں گرفتار کرتی تھیں تو ان سے جانوروں کی طرح کام لیتی تھیں۔

علامہ ابن جبیر حروب صلبیہ کے حالات کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "اور منجملہ ان درد انگیز حالات کے جو ان شہروں میں نظر آتے ہیں اسیر ان اسلام ہیں جو بیڑیاں پہنے نظر آتے ہیں اور جن سے سخت محنت شاقہ لی جاتی ہے اور اسی طرح مسلمان عورتیں پنڈلیوں میں لوہے کے کڑے پہنے سخت محنت شاقہ سے کام کرتی ہیں جن کو دیکھ کر دل پھٹ جاتا ہے"۔

انسانیت کے کمزور اور ناتواں طبقہ میں غلاموں کی بھی ایک جماعت ہے جو بھی تاریخ کا طالب علم ہے وہ اچھی اس بات سے واقف ہے کہ یہ طبقہ ہمیشہ سے موجود نظر آتا ہے، قوی اور فاتح قوموں نے ہمیشہ مفتوح قوم کے افراد کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنے ماتحت رکھا۔ یعنی خود بادشاہ بن کر شہنشاہی اور حکومت کرنے کے ساتھ عیش وعشرت اور سیر و تفریح کے مزے لوٹے اور مفتوح افراد سے کان کنی کاشت کاری اور محنت مزدوری کے مشقت والے کام لیے، ہندوؤں میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں بلکہ آج بھی ان کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جارہا ہے، اچھوت قومیں اس کی یادگار ہیں، حال ہی میں ایک فلم اس موضوع پر بنائی

گئی ہے کہ جس میں اچھوت کا فرد پر چوری کا الزام لگایا جاتا ہے حالانکہ وہ بالکل ہی بے قصور اور اس چوری کے واقعہ کے بارے میں لاعلم ہوتا ہے اس فلم کا نام (Jai Bhim) ہے اور ایکٹر کا نام سوریا (Suriya) ہے، اور یہ 2 نومبر 2021 کو ریلیز کی گئی۔ مصریوں میں بنی اسرائیل کے قیدیوں کی یہی کیفیت تھی، رومیوں میں غیر رومی اس غلامی اور محنت مشقت کے کاموں میں مصروف رکھے جاتے اور عربوں میں بھی ان کے ساتھ یہی برتاؤ تھا۔ بلکہ عربوں میں قبائلی نظام ہونے کے سبب جو کسی قبیلہ سے وابستہ نہ ہوتا، وہ مظلوم ہر قبیلہ کے ظلم وستم کا تختہ مشق بنتا تھا کیونکہ اس کو اپنی حفاظت کے لیے کسی قبیلہ کی قوت حاصل نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ اسلام کے آغاز میں قبائل نے جن لوگوں پر ستم ڈھائے وہ اسی قسم کے لوگ تھے۔ اسلام زیر دستوں کی مدد اور کمزوروں کی حمایت میں اٹھا تھا۔ ابھی تک آپ کو نبوت نہیں ملی تھی کہ آپ کو معاہدہ فضول میں شرکت کے کی دعوت دی گئی اور اس میں آپ نے شرکت بھی کی اور جب آپ کو طاقت حاصل ہوئی تو آپ نے اس کو عملی جامہ پہنایا، اور یہ معاہدہ بنیادی طور پر غلاموں اور معاشرے کے کمزور افراد کے حقوق منوانے اور دلوانے میں قائم ہوا۔ اسی لیے اس وقت کے کمزور اور غلام طبقہ نے اس میں مکمل حصہ لیا اور ان کو ایک آس نصیب ہوئی، ان میں سے چند یہ ہیں زید بن حارثہ، خباب بن ارت، بلال حبشی، یاسر یمنی، عمار، صہیب رومی، ابوفکیہ، عامر بن فہیرہ اور سالم غلاموں میں، زنیرہ، نہدیہ ام عبیس اور سمیہ لونڈیوں میں سے ہیں۔ اور ان سے اکثر نے اسلام قبول کیا اور اسلام کے قبول کرنے کی وجہ سے سخت سخت مصائب ان پر ڈھائے گئے۔ اور اکثر نے اسی وجہ سے اپنی جان گنوادی۔[9]

کتاب مقدس

پیدائش کی کتاب: بیوی کی باتیں جب آقا نے سن لیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے ایسا ایسا کیا تو اس کا غصہ اور بھڑکا۔[10] اور یوسف کے آقا نے آنکھیں بند کر کے یوسف کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈلا دیا اور کئی سال تک وہ جیل ہی میں رہے۔[11]

اور ایک عرصہ کے بعد کچھ یوں ہوا کہ مصر کا بادشاہ اللہ کو پیارا ہو گیا اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے اور ظلم کے سبب آہ بھرنے لگی اور ان کا رونا جو ان کی غلامی کے باعث تھا خدا تک پہنچا۔[12] اور میں بنی اسرائیل کے کراہنے کو بھی سن کر جن کو مصریوں نے غلامی میں رکھ چھوڑا ہے اپنے اس عہد کو یاد کیا ہے۔[13] توارت میں یہ بھی حکم موجود ہے کہ اگر کوئی عبرانی غلام کو خریدے گا تو چھ برس تک وہ غلامی ہی کی زندگی گزارے گا اس سے پہلے اگر وہ آزادی حاصل کرنا چاہے تو وہ آزادی حاصل نہیں کر سکتا، اور ساتواں سال جونہی شروع ہو گا وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔[14]

اور یہ بھی اس میں حکم موجود ہے کہ اگر کوئی مرد ہو یا عورت جو عبرانی ہو تو اس کو خریدے اور 6 سال تک وہ تیری خدمت کرے اور ہر حکم کی بجاآوری لے آئے تو ساتویں سال تجھے گزارش ہے کہ تو اس کو آزاد ہو کر جانے دے۔[15] عہد جدید ہو یا عہد عتیق دونوں میں اس بات کی وضاحت صاف طور پر ملتی ہے کہ غلامی اسلام سے قبل تمام شریعتوں میں موجود تھی بلکہ تمام اقوام میں مختلف طرق سے غلام بنایا جاتا تھا اور ان کے ساتھ رویہ اور ان کے لیے قانون کسی میں بہت سخت تھے اور کسی میں رول کی نرمی موجود تھی لیکن ایک بات میں سب کا اتفاق تھا کہ غلامی ہے۔ کئی قرآنی آیات اور احادیث سے اس حکم کی وضاحت

اور صراحت ثابت ہوتی ہے کہ ماقبل زمانوں میں بھی غلامی کا رواج تھا جو حسب ذیل ہیں: اللہ تبارک وتعالی سورۃ یوسف میں ارشاد فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے: ایک قافلہ آیا اور اس نے اپنوں میں سے ایک کو پانی لانے کے لیے بھیجا سو اس نے اپنا ڈول (کنویں میں) لٹکایا، (جب اس نے ڈول کھینچا تو) کہا خوشخبری ہو یہ ہے بچہ (غلام)، اور انہوں نے اس بچے کو اپنے پاس چھپالیا۔ اور اللہ بخوبی جانتا تھا جو وہ کر رہے تھے۔ (اور جب وہ بازار گئے) تو انہوں نے اس کو چند کوڑیوں کے بدلہ بیچ دیا اور ان کو ان کی قدر کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔[16]

ان آیات سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ انسانوں کا بیچنا اور خریدنا ایک عام چیز تھی، حالانکہ ان تمام قافلے والوں کو چاہیے تھا کہ کنویں کے قرب جو بستیاں تھیں ان سے جا کر معلوم کرتے کہ یہ بچہ کس کا ہے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا رویہ اختیار کیا جو ڈاکوؤں اور بگڑے ہوئے معاشرے کا ہوتا ہے کہ یوسف کو چھپا کر سامان تجارت میں رکھ لیا اور جا کر شہر میں چند ٹکوں کے بدلہ میں بیچ دیا۔ لہذا آزاد ہو یا غلام بچوں کی خرید و فروخت اور گمشدہ بچوں سے ایسا رویہ وہی معاشرہ کر سکتا ہے جو مکمل طور پر اخلاقی لحاظ سے بگڑ چکا ہو۔

اسلام سے قبل غلام بنانے کے تین طرق اور اسلام میں غلاموں کے حقوق

ماقبل اسلام سے بین الاقوامی عرف یہ تھا کہ تین طرق سے غلام بنایا جاتا تھا:

* آزاد لوگوں کو پکڑ کر غلام بنالینا۔
* مقروض جب قرض ادا نہ کر سکتا تو اس کو بھی غلام بنالینا۔
* جنگ میں پکڑے ہوئے لوگوں کو غلام بنالیا جاتا تھا۔

اسلام نے آکر پہلے دو طریقوں سے غلام بنانا ناجائز قرار دیا، اور تیسرے طریقہ سے غلام بنانا جائز رکھا تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔ آزاد لوگوں کو پکڑ کر غلام بنانا یہ عام رواج تھا اور اس پر کئی واقعات شاہد ہیں، یہاں دو تین واقعات بطور دلائل کے مختصر ذکر کئے جارہے ہیں۔ اختصار کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر کریں گے، تفصیلی واقعہ ماقبل میں ذکر کر دیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام جناب رسول ﷺ سے کم از کم پچاس پشت پہلے کے ہیں۔ دونوں پیغمبروں کے درمیان کا زمانہ تقریبا دو ہزار سال کا ہے، کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلے والوں نے چھپالیا اور بازار میں جا کر ایک عام ساز و سامان کی طرح بیچ دیا، اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کے ہاں یہ چیز کوئی معیوب نہیں تھی۔ دوسرا واقعہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ہے، مختصر یہ کہ ان کے والد ایک آتش پرست تھے یہ آخری نبی کی تلاش میں جب آخر راہب کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ اب کوئی ایسا پادری نہیں جو صحیح عیسائیت پر قائم ہو، لہذا آخری نبی کا انتظار کرو اور اس کی یہ علامات ہوں گی۔ ان کی ملاقات بنو کالب کے تاجروں سے ہوئی ان سے سلمان نے کہا کہ تم مجھے عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہیں نظر کر دوں گا وہ لوگ تیار ہو گئے۔ لیکن انہوں نے بد عہدی کی اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ پر فروخت کر دیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک آزاد اور امیر گھرانے کے تھے، لیکن قافلہ والوں نے ان کو ایک یہودی کے ہاتھ اور پھر اس نے بنی قریظہ کے ایک شخص کو بیچ دیا۔ اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں آزاد آدمی کی خرید و فروخت ایک عام معمول تھا۔[17]

دوسرا طریقہ: ایک آدمی اگر کسی کا مقروض ہے اور اس کے پاس اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اپنا قرض لوٹا سکے، تو قرض دینے والے کو یہ اختیار ہوتا کہ اپنے قرض خواہ کو غلام بنالیتا، اس کی دلیل صحاح ستہ کی ایک کتاب ابوداؤد شریف کی حدیث ہے، ایک عظیم تابعی عبد اللہ ہوزنی فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول ﷺ کے خاص اور قریبی صحابی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے گھر کے کچھ حالات کا پوچھا: بڑی لمبی حدیث ہے لہذا صرف اس مشرک کے الفاظ جو اس نے بلال سے کہے تھے ذکر کیے جاتے ہیں جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں کہ "اگر تو نے قرض ادا نہیں کیا تو میں تجھ کو پکڑ لوں گا اور تجھ سے بکریاں چرواؤں گا کہ جس طرح تو غلامیت کی حالت میں پہلے بکریاں چرایاں کرتا تھا"۔[18]

تیسرا طریقہ: وہ قیدی جو جنگ میں پکڑے جاتے تھے ان کو غلام بنالیا جاتا تھا اور یہ بھی ایک بین الاقوامی نظام تھا اور یہ بڑی بڑی سلطنتوں میں روم، فارس اور چین میں عام بات تھی۔ اسلام نے تیسرے طریقہ کو جائز رکھا باقی طرق کو حرام قرار دیا، اور جنگی قیدیوں کو غلام بنانا کوئی ضروری نہیں بلکہ امام وقت کی صوابدیدی پر منحصر ہے۔

کن حالات میں اسلام کا ظہور ہوا:

غلاموں کے ساتھ باقی اقوام میں جو سلوک کیا جاتا تھا اس کا جائزہ ہو گیا کہ کتنے ظالم اور ناانصاف لوگ تھے، کہ وہ غلام کو انسان سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں تھے ان حالات میں اسلام کا ظہور ہوا تو اسلام نے غلامیت کو بالکل ختم نہیں کیا بلکہ جو ان پر سزائیں جاری تھیں ان کو ختم کر دیا کیونکہ اسلام نے بہت سارے مسائل میں اصل چیز کو باقی رکھا لیکن ناانصافی اور ظلم کو اس سے ختم کر دیا، اسی طرح غلامی کے مسئلہ میں غلامیت کو تو باقی رکھا لیکن ظلم وستم کو ان سے ختم کر دیا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی نے حکم دیا کہ "اے مسلمانوں! جو تم میں آزاد پاکدامن عورتوں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے وہ اپنی باندیوں سے نکاح کر لو، اور اس بات کو تم اپنے لیے عار نہ سمجھو کہ ہم تو آزاد ہیں اور وہ لونڈیاں ہیں کہ ہم ان سے نکاح کیسے کریں، حالانکہ تم سب آدم اور حواء علیہما السلام سے پیدا ہوئے"۔[19]

عادلانہ برتاؤ کی تعلیم:

"اور جو تمہارے ماتحت اور غلام ہیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان پر کسی قسم کی زیادتی اور ظلم نہ کرو"۔[20]

ایک تابعی معرور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات جناب رسول ﷺ کے ایک عظیم صحابی ابوذر سے ہوئی۔ اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ ان کا غلام ہے اور سرادر اور غلام دونوں نے ایک ہی طرح کی بڑی خوبصورت چادریں پہنی ہوئی ہیں، میں نے صحابی رسول ﷺ سے اس بارے میں پوچھا کہ یہ کیسے؟ آپ دونوں کی چادریں بالکل ایک جیسی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے غلام کو ان کی ماں کا طعنہ دیا، تو میرے آقا نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر مجھے محسوس یہ ہوتا ہے کہ ابھی تک تیرے اندر جاہلیت کی رمق اور رگ موجود ہے، اس کے بعد آپ ﷺ سے فرمایا کہ تمہارے غلام تمہارے لیے بھائیوں کی طرح ہیں اور اللہ نے تم کو ان کا سردار بنایا ہے، لہذا تمہارا حق بنتا ہے کہ جو کچھ تم

خود کھاتے ہیں وہی ان کو کھلاؤ، اور جیسا بھی تم کپڑا پہنو ان کو بھی اسی طرح کا پہناؤ، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ مت ڈالو ،اور ان کی طاقت سے زیادہ کام میں ان کی مدد کرو۔[21]

جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> کہ جو آدمی اپنے ماتحت اور غلام کو ظلماً منہ پر تھپڑ مارے یا اس کو کسی طرح کی بھی تکلیف دے تو اس کے لیے کفارہ یہ ہے کہ اس اللہ کے لیے آزاد کر دے۔[22]

اسلامی قانون کی نظر میں آزاد اور غلام:

اسلامی قانون میں غلاموں کو اتنے وسیع حقوق دیئے گئے ہیں جو آزاد لوگوں کے حقوق کے برابر ہی ہیں اور اسلامی قانون ان کو اتنی حفاظت دیتا ہے جتنا آزاد لوگوں کے حقوق کو دیتا ہے، ان کو قتل کرنے والا، ان کے مال کو چرانے والا اور انکی عورتوں کی آبروریزی کرنے والا وغیرہ وغیرہ ان تمام حقوق میں غلام اور آزاد برابر ہیں۔[23] بعض ایسے معاملات بھی ہیں کہ شریعت اسلامی کی نظر میں غلاموں کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ آزاد لوگوں کے مقابلہ میں نصف نصف ہے جیسے غلام کوئی گناہ کرے تو اس کی تعزیر اور حد آزاد کے مقابلہ میں نصف ہوگی، اسی طرح ان کو دو عورتوں سے شادی کی اجازت ہے دو سے زیادہ کی اجازت نہیں، ان کو دو طلاق دینے کا حق حاصل ہے اور نیز لونڈی کی عدت بھی دو حیض ہے بخلاف حرہ کے کہ اس کی عدت تین حیض ہے، اور اسی طرح وہ خود اپنا نکاح نہیں کر سکتا بلکہ مالک کی اجازت ضروری ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔[24]

غلاموں کا معاشرتی مقام اور مرتبہ

قانون سے زیادہ اسلامی معاشرہ نے غلاموں کو مساوات کا درجہ دیا، علم، سیاست، مذہب، معاشرت، غرض ہر شعبے میں ان کے لیے تمام رکاٹیں ہٹا دیں، اور غلام ہونا ان کے لیے کوئی باعث رکاوٹ نہیں تھا، اس کی ایک بہترین مثال یہ ہے کہ ہمارے آقا ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کیا۔ اللہ تعالی قرآن میں ذکر فرماتے ہیں :جس کا ترجمہ یہ ہے: کہ کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے اس بات کی اجازت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے روگردانی کریں جب اللہ اور اس کا رسول کسی چیز کا حکم دے دیں۔[25]

امام طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے:

> کہ جناب رسول ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھجوایا، اور آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کا نکاح آپ کے لاڈلے صحابی زید سے کر دیا جائے۔ حضرت زینب نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نے اپنے لیے نکاح کا پیغام بھجوایا ہے، لیکن جب حضرت زینب کو اس بات کا علم ہوا کہ زید کے لیے یہ رشتہ پوچھا گیا ہے، تو حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، اس وقت مندرجہ بالا آیت کا نزول ہوا، اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب فوراً راضی ہو گئیں، اس آیت سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ

زینب اور زید رضی اللہ عنہما کے نکاح کروانے میں آپ ﷺ نے بلکہ اللہ تعالی نے بھی حسب و نسب کو نہیں دیکھا حالانکہ حسب و نسب میں کتنا فرق تھا۔[26]

اسی طرح غلاموں کے لیے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ تھی کہ وہ علم حاصل نہ کر سکیں، مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں: کہ جس نے کتب رجال کا مطالعہ کیا اور حدیث کے راویوں کے احوال کا مطالعہ کیا تو غلام لوگ بڑے بڑے فقیہ اور علماء نظر آئیں گے جیسے عطاء بن ابی رباح مکہ میں، طاؤس بن کیسان یمن میں، یزید بن حبیب مصر میں، مکحول شام میں اور اسی طرح ضحاک بن مزاحم حجاز میں رحم اللہ علیہم یہ سب حضرات اپنے اپنے شہروں میں وقت کے پیشوا اور امام تھے۔[27] امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ہمارے پیارے پیغمبر نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے بلال میں تمہارے جوتوں کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی کہ آپ چل تو مدینہ میں رہے ہیں لیکن چلنے کی آواز آسمانوں میں آرہی ہے، جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہمارے سردار ابو بکر ہیں جنہوں نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔ حضرت عمر بلال کو اپنا سردار کہ رہے ہیں۔[28]

حضرت سالم رضی اللہ جو حضرت ابو حذیفہ کے غلام تھے، یہ بڑے باشعور اور ذی فہم انسان تھے ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ بڑے شاندار ہیں جو انہوں نے شہادت کے وقت کہے کہ اگر آج امام سالم زندہ ہوتے تو میں ان کو اپنے پیچھے خلافت کے لیے منتخب کرتا۔[29]

آپ ﷺ نے ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا ان کا امیر حضرت زید بن حارثہ کو جو کہ آزاد کردہ غلام تھے مقرر کیا، حالانکہ اس لشکر میں بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔[30] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اسامہ بن زید کا ماہانہ پانچ ہزار وظیفہ مقرر کیا تو اس وقت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت دی حالانکہ میں ان غزوات میں موجود تھا جن میں حضرت اسامہ موجود نہیں تھے تو جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بیٹے! حضرت اسامہ آپ ﷺ کو تمہارے باپ یعنی مجھ سے زیادہ محبوب تھے۔ دیکھو اس میں یہ واضح چیز موجود ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں حسب و نسب کا کچھ لحاظ نہیں تھا، لحاظ تھا تو صرف تقوی اور نیکی کا۔[31]

عبد الرحمن بن ابزی کو مکہ کا والی بنانا: حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ خلافت میں نافع بن عبد الحارث جو مکہ کے والی تھے وہ اپنے پیچھے عبد الرحمن کو مکہ کا والی بنا کر مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے، ان سے پوچھنے پر کہ کس کو اپنا نائب مقرر کر کے آئے ہو فرمایا عبد الرحمن کو، حضرت عمر ان پر غصہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کی مخلوق پر ان کو کیوں نائب مقرر کیا، نافع نے فرمایا کہ میں نے تمام لوگوں میں سے عبد الرحمن سے بڑھ کر کسی کو کتاب اللہ کا بڑا عالم، فقیہ اور عقل مند نہیں پایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اس قرآن کی وجہ سے ہم بعض اقوام کو بلند کرتے ہیں اور بعضوں کو اس کی وجہ سے پست کرتے ہیں۔[32]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے ایک لشکر کا امیر اسامہ کو مقرر کیا تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا، تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اگر تم لوگ ان کی امارت پر اعتراض کرتے ہو (یہ کوئی نئی بات نہیں) تو

اس سے پہلے تم ان کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، اور اس کے بعد جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب زید تھے اور ان کے بیٹے اسامہ ہیں۔[33]

اس کے علاوہ اور بھی کئی مستند روایات ہیں کہ ان شمار نا ممکن ہے، پیغام صرف یہی دینا ہے کہ ان غلاموں کو کون غلام کہتا ہے کہ جن کے لیے آزاد لوگوں سے زیادہ ترقی کی راہیں کھلی تھیں اور انہیں ان کی غلامی نے ان کی معاشرتی زندگی میں اعلی سے اعلی مدارج طے کرنے سے نہیں روکا۔

غلاموں کو آزاد کرنے کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں:

اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے اور ان کی اس آزادی میں معاونت کو بہت بڑا ثواب قرار دیا ہے، اتنی آیات اور احادیث ہیں کہ جن کا یہاں ذکر کرنا ناممکن ہے، بطور دلائل کو یہاں ذکر کرنا ہو گا۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ، فَكُّ رَقَبَةٍ۔ آپ کو کیا علم اور خبر کہ نیکی کا دشوار راستہ کون سا ہے وہ یہ ہے کہ ایک گردن کو آزاد کرنا (یعنی غلام کو)

سعید بن مرجانہ جو علی بن حسینؓ کے ساتھی ہیں وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب ﷺ نے فرمایا: کہ جو آدمی کسی مسلمان غلام کو آزد کرے اللہ تعالی اس کے عوض میں اس کے تمام اعضاء کو جہنم سے چھٹکارا دیں گے۔ سعید فرماتے ہیں کہ میں علی کے پاس گیا اور ان کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے ایک غلام کی طرف دیکھا جو انہوں نے عبد اللہ بن جعفر سے دس ہزار دینار یا درہم کا خریدا تھا اس کو فورا آزاد کر دیا۔[34]

آپ ﷺ نے آخری وصیت جو فرمائی وہ آپؐ کے دو کلمے تھے اور انسان آخری وصیت اسی چیز کی کرتا ہے جو بہت زیادہ اہم ہو فرمایا: نماز نماز، اور ڈرو غلاموں کے حقوق کے بارے میں اللہ سے اور ان سے اچھا سلوک کرو۔[35] آپ ﷺ کے ایک اور خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم ہمیشہ سنو اور فرمانبرداری کرو کیوں نہ تمہارے اوپر ایک حبشی غلام حکمران مقرر کر دیا جائے۔

آپ کے آخری خطبہ کے کچھ اقتباسات اور ملفوظات

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم سب کا رب ایک ہی ہے کیونکہ تم سب ایک ہی ماں باپ کی نسل میں سے ہو، تم سارے کے سارے آدم کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے"۔ "اللہ تبارک وتعالی کے ہاں سب سے عزت والا تم میں سے وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا کی ذات سے ڈرنے والا اور اس کا اطاعت گزار ہو"۔ "میری بات غور سے سنو اے لوگو! کسی کو کسی پر کوئی فوقیت اور برتری نہیں ہے نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر، نہ سیاہ رنگ والے کو سرخ پر اور نہ سرخ والے کو کالے پر، ہاں اگر فوقیت اور برتری ہے تو صرف شرافت، خوف خدا کی بنیاد پر"۔

جناب رسول ﷺ اور آپ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد

نبی کریم ﷺ: تریسٹھ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: انہتر۔ ابن عباس: ستر۔ حضرت عثمان: بیس غلاموں کو جب آپ محاصرے میں تھے۔ حکیم بن حزام: سو۔ ابن عمر: ہزار۔ ذواالکلاع الحمیری نے ایک دن میں: آٹھ ہزار۔ عبد الرحمن بن

عوف: تیس ہزار۔ ان سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے انتالیس ہزار تین سو بائیس غلاموں کو آزاد کیا۔ دیکھیے ان آٹھ صحابہ نے اتنے غلاموں کو آزاد کیا، اور اس کے علاوہ کئی صحابہ ہیں جنہوں نے غلاموں کو آزاد کیا تھا۔[36]

انسان فطرتاً آزاد پیدا ہوا ہے، فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لقیط جب کسی جگہ پایا جائے اور اس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو کہ یہ کس کا بچہ ہے، تو اس بچہ کو آزاد مانا جائے گا اگرچہ اس میں احتمال ہے کہ یہ غلام کا بچہ ہو۔ ابن منذر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اجماع ہوا ہے کہ لقیط آزاد ہو گا۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ انسانوں میں اصل آزادی ہے اللہ تعالی نے آدم اور اس کی اولاد کو آزاد پیدا کیا ہے اور غلامی ایک عارضی وصف ہے، جب تک اس عارضی صفت یعنی غلامی کا علم نہیں ہو گا تو اس کو آزاد ہی شمار کیا جائے گا، آزادی انسان کو اللہ تعالی نے حق دیا ہے اور کسی کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ انسان کی آزادی کو سلب کرے اور اس کو غلام بنالے ہاں جب تک کوئی شرعی حکم نہ ہو مثلاً جنگ میں قیدی آجائیں تو پھر امام کو اختیار ہے کہ ان کو غلام بنائے یا کوئی دوسرا فیصلہ ان میں بارے میں کرے۔ اس لیے کہ شرعی حکم ہے کہ کسی آزاد کو غلام بنانا جائز نہیں اگرچہ وہ اس بات پر راضی ہو کہ میں غلام بننے کے لیے تیار ہوں کیونکہ غلامی انسانیت کا خاصہ نہیں تو لہذا اس کی آزادی باطل کرنے سے سلب نہیں ہو گی بلکہ وہ آزاد ہی رہے گا جیسے کہ طلاق کا معاملہ ہے کہ غلام اپنی بیوی کو خود ہی طلاق دے سکتا ہے اس کے آقا کو اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دینے کا حق نہیں ہے۔[37]

مشہور مستشرق ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتے ہیں:

> کہ غلام کا لفظ جب کسی یورپین شخص کے سامنے بولا جاتا ہے جو تیس سالوں سے امریکی روایات کو پڑھنے کا عادی ہو تو اس کے دل میں ان مسکینوں کا تصور آجاتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان کے گلوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں، انہیں کوڑے مار مار کر ہنکایا جارہا ہے، ان کی غذا ان کی سدرمق کے لیے بھی کافی نہیں اور انہیں رہنے کے لیے تاریک کوٹھریوں کے سوا کچھ میسر نہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ یہ تصور کس حد تک درست ہے اور انگریزوں نے چند سالوں سے امریکہ میں جو کچھ کیا ہے یہ باتیں اس پر صادق آتی ہیں یا نہیں، لیکن یہ بالکل یقینی بات ہے کہ اہل اسلام کے ہاں غلامی کا تصور نصاری کے ہاں غلامی کے تصور سے بالکلیہ مختلف ہے۔[38]

اور آج تک سیاہ فام اور سفید فام کے قوانین امریکہ والوں کے ہاں بالکل مختلف رہے، سیاہ فام کی معاشرے میں کوئی حیثیت اور درجہ نہیں تھا اور ان کو معاشرے کا ایک علیحدہ فرد سمجھا جاتا تھا، اور آج ان لوگوں کو برابری کے حقوق کی عقل آئی، اسلام نے تو آج سے چودہ صدیاں پہلے ان کے حق میں آواز اٹھائی اور ان کو معاشرے میں وہ مقام دیا جو دوسروں آزاد لوگوں کا تھا، اور صرف یہ زبانی کلامی اسلام کے اصول اور قوانین نہیں ہیں بلکہ عملی طور پر اس کو ثابت کر کے دکھایا۔ اور بعض اوقات ان کی فطرت سے یہ چیزیں وقتاً فوقتاً رونما ہوتی رہتی ہیں۔ میرا موضوع صرف ایک المیہ اور ایک بڑے مسئلہ کو واضح کرنا ہے کہ انسانی حقوق کی بات کرنے والے کے ہاں انسانوں کی کیسے درجہ بندی رہی اور ہے۔

ایک پر سوز داستان سیاہ فاموں اور گوروں کی امریکہ میں

اگر امریکہ کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالی جائی تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سیاہ فاموں کو اپنے حقوق کو اجاگر کرنے کے لیے کئی دفعہ لڑنا پڑا، اور ہمیشہ انہوں نے اپنے حقوق کے حصول کے لیے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، اور اس ثابت قدمی کی وجہ سے وہ ہمیشہ کامیاب رہے اور معاشرے میں انہوں نے وہ حقوق حاصل کیے جو گوروں کے ہوتے تھے اور ہیں۔ تاریخ اس بات کی بھی گواہ ہے کہ افریقہ سے سیاہ فام لوگوں کو لایا جاتا اور ان سے غلامانہ رویہ اختیار کیا جاتا، اور صرف یہ چند افریقی باشندوں کی بات نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں کی بات ہے جن میں اکثر تو سمندر کا لقمہ اجل بن جاتے اور جو غریب پہنچ ہی جاتے، ان کے ساتھ سلوک کی داستان ایک المناک اور جانور معاشرے کی نمائندگی کی تصویر نظر آتی ہے۔ اس کی بڑی اچھی تصویر امریکہ کے ایک مؤرخ میلکم ایکس نے بیان کی ہے، اس کی زندگی کا ہر اس شخص کے لیے مطالعہ ضروری ہے جو ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانا چاہتا ہے اور معاشرے کے سدھارنے کی تگ و دو کر رہا ہے۔ اس کی ایک کتاب اسی موضوع پر ہے جس کو ایلکس ہیلی نامی مشہور مصنف کی مدد سے لکھی گئی ہے اور اس کتاب کا نام روٹس ہے، اس کا ایک ایک لفظ اس کی درد اور تکلیف کو ظاہر کرتا ہے۔[39]

میلکم ایکس لکھتا ہے کہ کروڑوں سیاہ فام افریقی باشندوں کو لایا گیا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں سمندروں کی گہرائی میں غوطہ لگا کر ان کا بکھرا ہوا خون، ٹوٹی ہوئے اور بکھرے ہوئے ہڈیوں اور اعضا کو جمع کر کے دکھاتا۔ یورپی اور امریکن تاجر بحری جہاز خالی لے جاتے اور انسانوں کا ایک سمندر بھیڑ بکریوں کی طرح بھر کر لے آتے، سمندر کی مچھلیاں ایسے جہازوں کا پیچھا کرتیں، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان جہازوں سے ہمیں انسانی تازہ گوشت ملتا ہے۔ اور بقول مصنف کے کئی کروڑ سیاہ فام کو یا تو غلام بنایا گیا یا ان کو قتل کر دیا گیا۔ اگر ہم پچھلی صدی پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں تو سیاہ فام ایک امریکی خاتون روزاپارکس کی سعی حقوق کے حصول میں ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے۔ روزاپارکس امریکا کی ان مشہور اور تجدیدی معاشرے کو قائم کرنے کے لیے جو انہوں نے کوشش کی اور ایک ایسے قانون کے خلاف آواز بلند کی، شاید ہی کوئی مرد ایسا اقدام اٹھا پاتا۔ وہ روزانہ جب اپنے آفس سے کام کر کے لوٹتی تو اس کو وہ طعنہ اور رویہ برداشت کرنے پڑتے کہ ان سے مکمل تنگ آچکی تھی۔ بس ایک دن اس نے وہ کام کر دکھا جو ایک انسان کو کرنا چاہیے۔ امریکہ میں قانون یہ تھا کہ بس کے دو حصہ ہوتے تھے ایک حصہ گوروں کے لیے ہوتا اور دوسرا حصہ سیاہ فام لوگوں کے لیے مختص ہوتا، لیکن جب گوروں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا تو سیاہ فام لوگوں کو اٹھنا پڑتا، اس دن میں کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا، لہذا جب سفید فام کی تعداد میں اضافہ ہوا تو تین سیاہ فاموں کو اپنی سیٹ سے اٹھنا پڑا، اگلی باری روزاپارکس کی تھی، کنڈیکٹر نے اس کی طرف دیکھا لیکن اس نے اس کی بات کا دھیان ہی نہیں دیا بلکہ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور یہ واقعہ آپ کو بتادوں دسمبر 1955ء کا ہے۔

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اندر سے بالکل ٹوٹ چکی تھی اور وہ اپنے اندر کے بھڑاس کے نکالنے کے لیے بیتاب تھی، اس نے پوچھا کہ میں صرف اپنی نشت کسی اور لیے اس لیے چھوڑوں کہ میرا رنگ سیاہ ہے۔ کنڈیکٹر نے اس کو کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا انکار قانوناً جرم ہے اور اس قانون کے توڑنے میں آپ کو سزا بھی اور جیل بھی ہو سکتی ہے۔ فی الفور اس کا جواب تھا کہ میں

جیل جانے کے لیے تیار ہوں لیکن توہین آمیز رویہ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ بس پھر کیا ہوا کہ پولیس کو بلایا گیا اور چند دن کی جیل اور 14 ڈالر کے جرمانہ کی سزا ہوئی، اس سزا کے بعد امریکہ میں ہر طرف سناٹا ہی چھا گیا، اس کی اس آواز اور بہادری نے وہ کام کر دکھایا کہ رہتی دنیا تک اس کا نام سنہرے الفاظ میں یاد رکھا جائے گا، اس کی اس کاوش کی بنا پر اس مزاحمت نے جنم لیا جو انسانی حقوق کی برابری کی بات اسلام صدیوں پہلے کر چکا ہے بتا چکا ہے دکھا چکا ہے۔

مارٹن لوتھر کنگ بھی اس کارواں کو جاری ساری رکھنے میں ایک نمایاں کردار ساز ہیں، یہ مزاحمت جو 382 دنوں پر مشتمل تھی اس عرصہ میں کوئی سیاہ فام بس پر سوار نہیں ہوا، اتنی طویل قانونی اور اخلاقی جنگ، مزاحمت، مسلسل مظاہروں اور جیل خانوں میں جیسے کٹھن مراحل سے گزرنے کے بعد یہ کوشش اور جدوجہد اس چیز کی بنیاد رکھی جس کی کافی عرصہ سے تاریخ انتظار کر رہی تھی۔ اور سیاہ فاموں کو وہ حقوق مل گئے جس کے وہ حقدار تھے۔ سیاہ فام کے حقوق کو اجاگر کرنے اور دلوانے میں مارٹن لوتھر کنگ کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے بلکہ ایک سنگ میل ہے۔ ان کی انصاف اور حقوق کے لیے جو ان کی کاوشیں ہیں کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ امریکی سول رائٹس موومنٹ انہی ہی کی محنت کا ثمرہ تھا، وہ سمجھدار اور انتہائی باشعور سماجی اور مذہبی رہبر تھے، 1929 میں پیدا ہونے وہ عظیم اور باہمت لیڈر محض 39 سال کی عمر میں قتل کر دیا گیا، انہوں نے اپنی اس مختصر زندگی میں وہ کام کیے جو شاید لوگ صدیوں میں نہیں کر گزرتے۔

انہی کی کاوشوں کی وجہ سے آج سیاہ فام امریکی سر اٹھا کر چلنا سیکھے ہیں، وہ ایسے لیڈر تھے جن کو کم عمری میں کئی اعزازات سے نوازا گیا، ان کی زندگی کے دو اصول تھے ایک عدم تشدد اور دوسرا آپس میں ہم آہنگی اور بھائی چارہ، اور انہی دو اصولوں کے درمیان ان کی زندگی گھومتی ہے مگر آخر ہوا کیا کہ جو ہمیشہ لوگوں کو امن کا درس دیتا رہا وہ ایک بندوق کی گولی کا نشانہ بنا اور ہمیشہ کے لیے اس فانی دنیا سے رخصت ہوا۔ ان کی یاد میں قومی تہوار ا امریکہ میں ایک عظیم لیڈر کے طور پر منائی جاتی ہے۔ امریکہ کے کئی سڑکیں ان کے نام سے منسوب ہیں۔ ان کو امریکا کے عظیم لیڈر کا خطاب بھی ملا، اور وہ ہمیشہ اپنی تقاریر اور مجالس میں کہا کرتے تھے کہ میری رسومات میں جب تم شریک ہو تو تم میں کوئی صرف میری تعلیم، میرے کالج یا میرے نوبل پرائز کا تذکرہ نہ کرے بلکہ لوگ اور تم صرف اس جدوجہد کی بات کریں جو میں نے نے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے کی۔

وہ ایک شعلہ بیان مقرر بھی تھے ان کی ایک پر سوز تقریر 'میرا ایک خواب ہے' کو 20 ویں صدی کی ایک بہترین اور پر اثر تقریروں میں شمار کیا جاتا ہے، ان کے اس مجمع میں تقریبا دو لاکھ افراد موجود تھے ان کی یہ 17 منٹ کی تقریر ایک تقریر نہیں بلکہ ایک سحر تھا جس نے ساری دنیا کو متاثر کیا، اور ان کی تقریر کا اثر اس وقت تک باقی رہے گی جب تک وہ خواب آزادی والا پورا نہیں ہو گا۔ اس تقریر کا خلاصہ اور مین موضوع سرسری طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

میرے دوستوں میرا ایک خواب ہے کی جس کا تعلق امریکہ کی قوم اور اور تمام ان لوگوں سے ہے کہ جو یہاں کے رہائشی ہیں ،میرا خواب یہ ہے کہ ایک دن یہ قوم اپنے حقوق کے ثبوت کا آئینی حق حاصل کرے گی کہ دنیا کے تمام انسان برابری کی بنیاد پر پیدا کیے گئے، کہ ایک دن جارجیا کے سرخ پہاڑوں پر غلاموں کے بیٹے اور ماقبل غلاموں کے بیٹے ایک ہی میز پر اکٹھا کھانا کھائیں

گے۔اور میرا خواب یہ ہے کہ میسی سپی کی ریاست جو ظلم اور ناانصافی کے درمیان جھولا جھول رہی ہے اور ہر طرف ناانصافی کی آگ ہی آگ نظر آتی ہے وہ ایک پر امن اور آزادی کی ریاست بن جائے گی،اور میرا خواب ہے کہ میرے چار بچے ایک دن اس زمانہ کا حصہ ہوں گے جہاں ان کی پہچان رنگ اور نسل کی بنیار پر نہیں کی جائے گی بلکہ ان کی قابلیت اور کرادر کی بنیاد پر ہو گی۔ان کی اس تقریر نے وہ جادو دکھایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پورے امریکن معاشرے کو اپنے جھلس کی لپیٹ میں لے لیا،اور ان کی اس تقریر نے وہ کر دکھایا جو وہ چاہتے تھے۔ماضی کی تحریکوں کے نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ آسانی سے تخمینہ لگایا جاسکتا ہے کہ امریکی سیاہ فام جارج فلائڈ کے قتل کے بعد امریکا میں جاری احتجاجی مظاہروں سے امریکی عوام کو نقصان سے زیادہ فائدہ حاصل ہو گا۔[40]

جائزہ

اسلام سے قبل جتنی بھی متمدن قومیں تھیں انہوں نے نوع انسانی کو دو مستقل قسموں میں تقسیم کیا ہوا تھا ایک آزاد انسان اور دوسرے غلام اور پھر جتنے تمدنی اور معاشرتی حقوق تھے وہ سب آزاد لوگوں کے لیے مخصوص تھے غلام اس سے فائدۃ نہیں اٹھا سکتے تھے،ان قوموں کی اس ذہنیت کا یہ اثر ہوا کہ غلام کو معاشرے میں انتہائی ذلیل سمجھا جاتا تھا اوران کے ساتھ ذلیلانہ رویہ اختیار کیا جاتا تھا۔ماقبل میں اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ پہلی قوموں میں بھی غلامی کا رواج تھا،تورات اور انجیل دونوں میں غلامی کا ذکر موجود ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو قافلہ والوں نے معاملہ کیا کہ ان کو تجارت کا سامان بنا کر بازار میں چند درہم کے بدلہ میں بیچ دیا،اور اسی طرح مشہور مستشرق موسیو گستاؤلی بان نے غلاموں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا تھا اس کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بھی قابل غور اور پڑھنے کے قابل ہے،لیکن اسلام نے غلام کے بارے میں جو حقوق بیان کیے ہیں اور دیئے ہیں وہ کسی قوم میں نہیں،کیونکہ اللہ تعالی نے سب انسانیت کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا:آیت کریمہ: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ**۔اے لوگو!میں نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنایا تھا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم میں معزز اور مکرم وہ شخص ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہو،اور اللہ تعالی خوب جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

یہ آیت فتح مکہ کے موقع کے موقعہ پر اس وقت نازل ہوئی جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو قریش مکہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے والد پہلے ہی وفات پاگئے ان کو یہ دن دیکھنا ہی نہ پڑھا،حارث بن ہشام نے کہا کہ محمد ﷺ کو اس کالے کوے کے سوا کوئی اور آدمی نہیں ملا جو مسجد الحرام میں اذان دے سکے،چنانچہ جبرائیل امین تشریف لائے اور آپ ﷺ کو اس تمام گفتگو کی اطلاع دی آپ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا،تو انہوں نے اقرار کر لیا ہم نے اس اس طرح کہا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے یہ واضح کیا کہ فخر اور عزت کی چیز اللہ کے ہاں ایمان اور تقوی ہے جس سے تم لوگ خالی ہو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام ہونے کے باوجود اس نعمت سے آراستہ ہیں اسی لیے وہ تم میں سے سب سے زیادہ افضل ہیں۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی واضح ارشاد فرمارہے ہیں کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور تم میں سے کسی کو کسی لحاظ سے کسی پر کوئی فوقیت نہیں ہے، ہاں اگر فوقیت ہے تو صرف تقوی کی بنیاد پر ہے۔ اختصار کے ساتھ اسلام نے ہر شعبے میں جو غلاموں کو حقوق دیئے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو مقام دیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ نام کی غلامی تھی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ کے نازل ہونے سے پہلے ہم زید کو زید بن محمد کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اور دوسرا یہ کہ حضرت زید کا نکاح جناب رسول ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا سے کیا حالانکہ زنیب رضی اللہ عنہا قریش قوم سے تھیں۔ حالانکہ آج کل لوگ بھی حسب ونسب کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ اپنے سے کم نسب والوں کے ہاں شادی کرنا یا کروانا معیوب سمجھتے ہیں، اسی طرح جناب ﷺ نے کئی شادیاں لونڈیوں سے کیں جن کو بعد میں جناب رسول ﷺ نے آزاد کر دیا۔ جب آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب تھا تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر مقرر کیا اس لشکر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے حضرات موجود تھے اور حضرت اسامہ غلام تھے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ غلام تھے اور ان کی امامت میں بڑے بڑے حضرات صحابہ کرام ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔

غلام علم و فضل کے میدان میں دوسرے حضرات سے پیچھے نہیں رہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تحصیل علم وکمال کے دروازے دونوں قسم کے لوگوں پر یکساں طور پر کھلے تھے۔ اور جو غلام اپنی فطری استعداد ومحنت اور ذاتی ذوق وشوق کے باعث علم و فضل میں کوئی نمایاں مقام حاصل کر لیتے تو ان کی تعظیم وتکریم ان کی علمی جلالت وشان کے مطابق کی جاتی تھی بڑے بڑے سلاطین اور امراء ان کی قدر کیا کرتے تھے، تابعین اس حوالہ سے تو بہت مشہور ہیں کہ اس زمانہ میں فقہ کے اکثر مراکز پر موالی کا قبضہ تھا۔ سیر اعلام النبلاء اور تاریخ والوں نے اسی حوالہ سے ایک قصہ ذکر کیا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں عبد الملک بن مروان کے پاس آیا اور انہوں نے مجھ سے کہا، آپ کہاں سے آرہے ہو تو میں نے کہا کہ مکہ سے۔ عبد الملک نے کہا کہ آپ اپنے پیچھے کس کو سردار بنایا؟ کہا: عطاء بن ابی رباح کو، یمن والوں کا کون ہے؛ کہا، طاؤس بن کیسان۔ اہل مصر کا کون ہے سردار؛ کہا یزید بن حبیب، شام والوں کا سردار کون ہے؛ محکول ہیں، عبد الملک نے کہا کہ جزیرہ والوں کا کون سردار ہے؛ کہا میمون بن مہران ہیں۔ پھر پوچھا: خراسان کا کون سردار ہے، ضحاک بن مزاحم ہیں، عبد الملک نے کہا کہ اہل بصرہ کا سردار کون ہے، کہا حسن بصری ہیں، امام زہری نے ان تمام کے بارے میں کہا کہ یہ سب موالی میں سے تھے، عبد الملک نے کہا کہ کوفہ کا سردار کون ہے، امام زہری نے کہا کہ ابراہیم نخعی ہیں، عبد الملک نے پوچھا کہ یہ موالی میں سے ہیں یا ان کا تعلق عرب خاندان سے ہے، تو میں نے کہا کہ ان کا تعلق عرب خاندان سے ہے، ہشام نے کہا کہ اگر آپ یہ نہ کہتے کہ یہ عربی النسل نہیں ہیں تو قریب تھا کہ میری جان نکل جاتی۔[41]

لہذا یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اسلام کے غلاموں کے بارے حقوق صرف زبانی کلامی حد تک نہیں بلکہ عملی طور پر تھے، اور دنیا والوں کو دکھایا کہ قانون صرف صفحات کے بھرنے اور ضائع کرنے کا نام نہیں بلکہ ان کو عملی جامہ پہنانے کا نام ہے، اقوام متحدہ کے قوانین میں یہ ہے ہم ہر ایک کو اس کا حق ادا کریں گے لیکن 1945ء سے لے کر آج تک جتنے مظالم انسانیت پر کیے گئے شاید

ہی تاریخ خود اس سے ناواقف ہو، اور اس عرصہ میں جتنے لوگ قتل کیے گئے اور ان پر ظلم کیے گئے ایک انسان جب اس کے بارے سنتا اور پڑھتا ہے تو کانپ جاتا ہے، اور ان لوگوں کا جنگی قیدیوں کے ساتھ رویہ بھی ایک ہولناک تاریخ ہے کہ جب کسی عورت کو ان کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے تو پہلے اس کو ننگا کیا جاتا ہے اور پھر اس کو ایسی سزا دی جاتی ہے کہ شاید دوزندگیاں بھی اس کو ملیں تو سزا پوری نہ ہو پائے، لیکن جب اسلام کی بات آتی ہے تو جب کوئی عورت آپ ﷺ کے دربار میں قید ہو کر آتی ہے یا تو اس کو اپنے حرم میں لے لیتے ہیں اور باقی سب بھی آزاد ہو جاتے ہیں اور یا ان کو آزادی دے دی جاتی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں کہاں گئیں اقوام متحدہ نے یہ قانون تو بنا دیا لیکن آج تک خود امریکہ بھی اس قانون کو نافذ نہ کر سکا خصوصا پوری دنیا اور قومیں اس بات کا دعوی کر رہی ہیں کہ ہم سب سے اعلی ہیں۔ اقوام متحدہ کا ایک دفعہ کہ کسی کو غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔

حق تعالی شانہ نے جو عزت اور مقام انسان کو دیا ہے وہ تمام مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو جو سب سے بڑی نعمت عطا کی ہے عقل ہے، اللہ نے انسان کے سر پر جو خلافت کا تاج رکھا ہے اور اس کو اپنا خلیفہ نامزد کیا ہے اور یہاں تک کہ تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اس انسان کو سجدہ کرو، اور اللہ نے جتنی چیزیں بھی پیدا کیں وہ صرف انسان کے لیے پیدا کیں قرآن میں فرمایا: "هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ" پیدا کیا جو کچھ زمین کے اندر ہے تمہارے لیے۔

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو صرف اپنی ذات کے لیے پیدا کیا لیکن جب انسان نے اپنے خالق کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑ لیا اور اس کی ذات کا انکار کیا اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور انبیاء سے مقاتلہ کے لیے میدان میں نکل آیا، تو پھر اس کی عزتیں اور شرافتیں خاک میں مل گئیں، اور اس کو جو حریت اور آزادی عطا کی گئی تھی وہ اللہ نے اس سے سلب کر لیں۔ اور اللہ کے بندے جو اپنی جان کو اس کے لیے قربان کرتے ہیں تو ان کو کہا کہ آپ ایسے لوگوں کے مالک ہو جاؤ اور جس طرح چاہو ان کی خرید و فروخت کرو۔

ہمیشہ جس درجہ کا جرم ہوتا ہے اسی درجہ کی سزا ہوتی ہے مثلا اگر کوئی آدمی ایک متمدن حکومت کے کسی قانون کو توڑتا ہے تو حکومت اس کو سزا دیتی ہے لیکن اگر کوئی حکومت کے خلاف بغاوت کرتا ہے اور اپنا علم حکومت کے خلاف بلند کرتا ہے تو پھر حکومت ایسے شخص کو قتل کروا دیتی ہے اور اس کے تمام مال واسباب کو ضبط کر لیتی ہے یا اس کو ہمیشہ جیل میں بند کر دیتی ہے ، اسی طرح جو لوگ اللہ کی جس طرح نافرمانی کریں گے تو جرم کے اعتبار سے ان کو سزا دی جائے گی، اگر ایک مسلمان چوری کرتا ہے تو پھر شرعی لحاظ سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر زنا کرے گا تو سنگسار یا کوڑے لگائے جائیں گے، اسی طرح دنیا کی کوئی قوم یا ملک ایسا نہیں ہے جس کے فوجداری قوانین نہ ہوں۔

اللہ نے جب انسان کو پیدا ہی اپنی عبادت اور معرفت کے لیے کیا تو اگر وہ انسان عبادت کرنے کے بجائے اللہ تعالی کا انکار کرنے لگے اور غیروں کو اپنا رب بنالے تو وہ سرکش اور باغی مانا جائے گا، لہذا انسان نے اپنی فطرت کے خلاف کیا اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے، فطرت انسانی یہ ہے کہ جب بھی کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو انسان بھی اس کے ساتھ احسان والا معاملہ کرتا ہے اور جتنا بڑا احسان ہو گا اتنا ہی انسان احسان کرنے والا کا شکر گزار ہوتا ہے یہ فطرت ہر ایک میں موجود ہے، تو لہذا انسان نے اپنی

فطرت کے خلاف کیا کہ اس کا سب سے بڑا محسن تو رب تعالی کی ذات ہونی چاہیے تھی کیونکہ اس نے اِس کو وجود بخشا لیکن وہ سب سے بڑے محسن کا انکاری ہو گیا اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے قرآن میں ارشاد ہے: "اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ" اللہ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

اور وہ سزا یہ ہے کہ انسان کی تمام تر آزادیاں سلب کر لی جائیں، جانثار اور وفادار کو باغی اور سرکش کے برابر قرار دینا عقل اور فطرت اور قوانین سلطنت میں شامل کرنا صریح ظلم ہے وہ کون سی تہذیب یافتہ قومیں ہیں کہ جن میں مطیع اور مجرم دونوں کے حقوق برابر ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ غلامی خداوند ذوالجلال سے بغاوت یعنی کفر کی سزا ہے اور غلامی اگر قبیح لذاتہ ہوتی تو کسی شریعت میں جائز نہ ہوتی۔ جلال الدین رومی رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں: "اللہ نے فرشتوں کو پیدا کیا تو ان میں خالص اطاعت اور ماننے کا مادہ رکھا اور جانوروں کو پیدا کیا ان میں شہوت ہی رکھی اور بنی آدم کو پیدا کیا تو اس میں عقل و شہوت دونوں رکھیں، پس جس کی عقل شہوت پر غالب آگئی وہ فرشتوں سے بلند تر ہو گیا (فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے - میں مسجود ملائکہ ہو ن مجھے انسان رہنے دو) اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب آگئی تو ایسا شخص جانوروں سے بھی بدتر ہے"۔

لہذا غلامی کا سلسلہ چلا آرہا تھا اسلام نے آکر اس کو جائز تو رکھا لیکن اس کے ساتھ تمام تر ظلم اور خلاف انسانیت امور کو جو غلاموں کے ساتھ کیے جاتے تھے ان کے خلاف آواز کو بلند کیا اور غلام کو معاشرے کا ایک فرد قرار دیا۔ اسلام نے غلامیت کو بالکل ختم اس لیے نہیں کیا کہ رب تعالی سے بغاوت یعنی کفر جب تک موجود ہے تو اس کی سزا کی غلامیت بھی موجود رہے گی، اس میں شک نہیں کہ غلامیت بہت بڑی ذلت کی چیز ہے لیکن کفر و شرک کی ذلت اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] وجدی، علامہ، محمد فرید وجدی، دائرۃ معارف، (دار الفکر، بیروت)، 278:4۔

Wajdi,Allama,Muhammad Fareed wajdi,Daira-Maarif(Dar-al-Fikr,Beirut)278:4

[2] دائرۃ معارف، 276:4۔

Daira-Maarif,276,4

[3] دائرۃ معارف، 276:4۔

Daira-Maarif,276,4

[4] دائرۃ معارف، 276:4۔

Daira-Maarif,276,4

[5] دائرۃ معارف، 278:4۔

Daira-Maarif278،4،

[6] دائرۃ معارف،4:275۔

Daira-Maarif,275,4

[7] دائرۃ معارف،4:275۔

Daira-Maarif,275,4

[8] دکتور محمد البہی، الاسلام والرق،(مکتبہ وھبۃ،بیروت،2002)،15۔

Doctor Muhammad albhi,Al-Islam-w-al-riq,(Maktba -Wahba,Beirut,2002)15

[9] علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی،(دار الحدیث،بیرون بوہر گیٹ ملتان،2002)6:160

Allama Shibli Numani,Seerat-un-Nabi,(Dar-ul-Hadith,Bairoon Bohr Gait Multan,2002)160:6

[10] کتاب مقدس، پیدائش کی کتاب، باب نمبر39، آیت نمبر19

Kitab-e-Muqaddas,Paidaish-Ki- Kitab,chapter no 39,Ayat no,19.

[11] کتاب مقدس، پیدائش کی کتاب، باب نمبر39، آیت نمبر20

Kitab-e-Muqaddas,Paidaish-Ki- Kitab,chapter no 39,Ayat no 20

[12] کتاب مقدس، خروج کی کتاب، باب نمبر2، آیت نمبر23

Kitab-e-Muqaddas, Khurooj- Ki- Kitab,chapter no 2,Ayat no 23

[13] کتاب مقدس، خروج کی کتاب، باب نمبر5، آیت نمبر6

Kitab-e-Muqaddas, Khurooj- Ki- Kitab,chapter no 5,Ayat no 6

[14] کتاب مقدس، خروج کی کتاب، باب نمبر20، آیت نمبر2

Kitab-e-Muqaddas,Khurooj- Ki- Kitab,chapter no 20,Ayat no 2

[15] کتاب مقدس، استثناء کی کتاب، باب نمبر5، آیت نمبر12

Kitab-e-Muqaddas,Istasna Ki Kitab,chapter no 5,Ayat no 12

[16] یوسف،12:20۔

Yusuf,12:20

[17] اسد الغابہ، عزالدین بن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری(المیزان ناشران وتاجران کتب،لاہور،2006)، السلمان الفارسی،س

Usd al-ghabah,Imam Izz-al-Din Abi al-hassan Ibn Al-Athir Al-Jazari, Imam 'Izz al-Din Abi al-Hassan-al-Jazari,(Al Meezan-Nashiran-w-tajiraan-kutub,Lahore,2006),Al-Salman AL-Farsi,seen.

[18] أبو داود، سلیمان بن اشعث، السنن،(مکتبہ رحمانیہ،1428، الرقم: 3053.

Abū Da'ūd, Sulaīmān Bin Al-Ashʿath, *Al-Sunan* (Maktba e Rehmania,Ḥadīth #3053.

[19] النساء4:25۔

Al-Nisā,4:65

[20] النساء4:36۔

Al-Nisā,4:36

[21] البخاري ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (مکتبہ حقانیہ، 1415ھ)، الرقم: 2381،

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*, (Maktab e Haqqania, 1415H), Ḥadīth #:-2381

[22] ابو داود، السنن، الرقم:5159۔

Abū Da'ūd, *Al-Sunan* Ḥadīth #5159.

[23] ابو الاعلی، المودودی، **الجہاد فی الاسلام**، (ترجمان القرآن، لاہور، 1995)، 253

Abul A'la, Maududi,Al-Jihad-F-il-Islam,(Tarjaman-ul-Quran,Lahore,1995)253

[24] الاسلام والرق، 22،

Al-Islam-w-al-riq,22

[25] الاحزاب33:36۔

Al-Ahzab,33:36

[26] الزحیلی، شیخ وہبۃ الزحیلی، تفسیر المنیر، (دار الفکر المعاصر بیروت، لبنان، 1991)11:26

Al-Zuhayli,Shaykh Wahbah Mustafa al-Zuhayli,Taseer-al-Muneer,(Dar-ul-Fikr Al-Muasir Beirut Labnan,1991),11:26

[27] عثمانی، مفتی تقی عثمانی، تکملۃ فتح الملہم، (مکتبہ دار العلوم کراتشی،)1:266

Usmani,Mufti Taqi Usmani,Takmila Fath-ul-Mulhim,(Maktba Dar-ul-Karachi,)1:266

[28] البخاري ، **الجامع الصحیح**، الرقم: 3617

Al-Bukhārī, *Al-Jamy Al-Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth #:3617.

[29] اسد الغابہ، سالم رضی اللہ، س

Usd al-ghabah,Salim Radiy-Allah-Anhu,Seen

[30] اسد الغابہ، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، ز

Usd al-ghabah,Zaid bin Harsah Radiy-Allah-Anhu,zaa

[31] اسد الغابہ، اسامہ رضی اللہ عنہ، الف

Usd al-ghabah,Usma Radiy-Allah-Anhu,Alf

[32] اسد الغابہ، نافع بن عبد الحارث، ن

Usd al-ghabah,Nafih-bin-Abd-ul-Haris Radiy-Allah-Anhu,Noon

[33] البخاري ، **الجامع الصحیح**، الرقم:3595

Al-Bukhārī, *Al-Jamy*ʿ Ḥadīth #:3595

[34] البخاري ، **الجامع الصحیح**، الرقم:2439

Al-Bukhārī, *Al-Jamy*ʿ Ḥadīth #:2439

[35] وأبو داود،السنن،الرقم: 5156.

Abū Da'ūd, *Al-Sunan* Ḥadīth #5156

[36] تکملۃ فتح الملہم، 1:267

Takmila Fath-ul-Mulhim,1:267

[37] الموسعۃ الفقہیہ، وزارت الاوقاف واسلامی امور، کویت (مجمع الفقہ الاسلامی الہند)، 13:23،

Al-Mosua Fiqhiyah, Kuwait Ministry of Awqaf and Islamic Affairs,(Maja-ul-Fiqh-ul-Islami Al-hindh),23:13

[38] مفتی اعظم، محمد شفیع، معارف القرآن، (ادارۃ المعارف، کراچی، 2002، 8:25

Mufti Azam,Muhammad Shafi,Maarif-ul-Quran,(Idara-ul-Maarif,Karachi,2002),8:25

[39] The autobiography of Malcolm X.Alax Haley, page number: 34

[40] https://www.dawnnews.tv/news/1133340

[41] ابن منظور، امام محمد بن مکرم، مختصر تاریخ دمشق، (ناشر دار الفکر، 1984)، 5:296

Ibn-e-Manzoor,Imam Muhammad bin Mukarram,Mukhtasar Tareekh Damishq,(Publisher Dar-ul-Fikr,1984),5:296